امیر شریعت ۔۔۔۔ ایک ہمہ گیر شخصیت

نوابزادہ نصراللہ خان

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہمہ گیر اور پہلو دار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت عالم دین، شعلہ بیان خطیب اور برعظیم میں جدوجہد آزادی کے صف اول کے رہنما تھے۔ انہوں نے تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ بالعموم پورے ہندوستان بالخصوص پنجاب، سندھ اور سابق ریاست بہاولپور کے علاقوں میں مسلمانوں میں فرسودہ رسوم و رواج اور توہم پرستی کے خلاف مسلسل جدوجہد کی۔ ان علاقوں میں اس جاگیردار طبقہ کی بڑی شدت سے مخالفت کی جس نے برطانوی سامراج کے پاؤں مضبوط کئے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے اور اس سے ٹکرانے کا جذبہ پیدا کرنے میں امیر شریعت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی طرح شاہ جی نے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے ملت اسلامیہ اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو روشناس کرایا۔ اس خاص فرقہ کے ان مذموم مقاصد کو بے نقاب کیا جن کے حصول کے لئے اس فرقہ کو وجود میں لایا گیا تھا۔ شاہ جی نے مسئلہ ختم نبوت کے لئے جو کام کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب ہر مسلمان اس مسئلہ کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکا ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے مسلمانوں نے جو جدوجہد کی اور جو عظیم قربانیاں دیں ان کو بوجوہ فراموش کیا گیا۔ یا ایک طبقہ نے ان کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی لیکن مستقبل کا مؤرخ جب بھی تحریک آزادی پر قلم اٹھائے گا تو ان مسلم زعماء اور مسلمان قوم کی قربانیوں کو یقیناً اجاگر کرے گا۔ اور ان کی بے لوث خدمات کو خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر برعظیم کی تحریکات آزادی کا تذکرہ ادھورا اور نامکمل رہے گا۔ شاہ جی اور ان کے رفقاء نے برطانوی سامراج کو ملک سے باہر نکالنے میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا محمد علی جوہر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے اکابر برق بن کر برطانوی حکمرانوں کے نشیمنوں پر گرے انہوں نے سامراج اور ان کے کاسہ لیس مسلمان جاگیرداروں اور سرمایہ پرستی کے خلاف رائے عامہ کو بیدار اور منظم کیا۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ جلیانوالہ باغ اور قصہ خوانی بازار میں مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے کہیں زیادہ قربانیاں دیں۔ جام شہادت نوش کیا اور تحریک آزادی کو بال و پر فراہم کئے۔ اسے آگے بڑھایا اس بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتی ہیں کہ اسلامیان پاک و ہند میں جذبہ حریت پیدا کرنے میں سب سے نمایاں کردار علماء نے انجام دیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں آزادی کی تحریکات میں مولانا محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے رفقاء اور ان کے بعد حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی خان اور دوسرے زعماء نے ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور ان کے کردار کی تعمیر و تشکیل میں بیش از بیش حصہ لیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سب سے بڑے خطیب اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ میں بے حد مقبول اور ہر دلعزیز مسلمان رہنما تھے۔ لیکن ان میں غرور اور تفاخر کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ان کی زندگی انتہائی سادہ اور درویشانہ تھی وہ اپنے کارکنوں سے بے حد محبت و شفقت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے رفقاء کو بلا تمیز امیر و غریب قومی زندگی میں نمایاں کرنے اور آگے لانے کی ہمیشہ سعی کی۔ اور ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی۔ یہی وجہ تھی کہ مجلس احرار اسلام نے سینکڑوں مقرر اور ہزاروں بے لوث، بے غرض اور جری کارکن پیدا کئے جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ تقسیم ملک سے قبل نئی قیادت کا اتنا فقدان محسوس نہیں کیا گیا جتنا کہ اب محسوس ہوتا ہے۔ اگر قیام پاکستان کے بعد برسر اقتدار جماعتیں اپنے مخالفین کو سب و شتم کا نشانہ نہ بناتیں اور سیاست کے میدان میں قدم رکھنے والوں سے بد تر سلوک نہ کرتیں تو آج صورت حال بہت مختلف ہوتی۔ اور نئی قیادت کے ابھرنے کے دروازے یوں بند نہ ہوتے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری برسر اقتدار طبقہ کے رعب و دبدبہ اور سرمایہ دارانہ اثر سے ہمیشہ بے نیاز رہے انہوں نے مدت العمر کسی انگریز حکمران سے ملنے یا اس کا قرب حاصل کرنے کی ذرہ بھر کوشش نہ کی۔ ان سے ملنے والے ان کے ایثار، استغنا اور بے لوثی کی شہادت دے سکتے ہیں۔

خلافت عثمانیہ جو اس وقت ایک حد تک اسلامیان عالم کا مرکز عقیدت تھی کے خلاف انگریز نے سازشیں شروع کیں۔ اس کے نتیجہ میں جنگ بلقان، جنگ طرابلس اور پہلی جنگ عظیم میں کرنل لارنس نے عرب شیوخ کو ترکوں کے خلاف اپنے استعماری مفاد کے لئے استعمال کیا۔ اور ہندوستان میں بھی اس نے ساڑھے نو سو سالہ مسلمان سلطنت کے باقی ماندہ آثار کو جس طرح ختم کیا شاہ جی اس سے بے حد دل آزردہ تھے۔ انگریز کے ان اسلام دشمن اقدامات نے شاہ جی کے دل میں زبردست آگ لگا دی تھی۔ ان کی انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ وہ ان کا وجود تو ایک طرف رہا نام تک برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ریاستوں کے مسلمان حکمران اور بالخصوص پنجاب میں مسلمان وزراء اور رؤساء انگریزوں کا فرزند دل بند کہلوانا اپنے لئے فخر و سعادت کا باعث سمجھتے تھے۔ ایسے ماحول میں مسلم عوام کو انگریزوں اور کاسہ لیس رؤساء کے اثرات سے آزاد کر کے انہیں حریت کے راستے پر گامزن کرنے میں شاہ جی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

شاہ جی نے انگریز کے خلاف اسوقت علم بغاوت بلند کیا جب پنجاب میں جاگیردار اور انگریز کے ٹوڈی حاکم تھے، سر سکندر حیات پنجاب کا وزیر اعظم تھا پنجاب میں اس کی مرضی کے بغیر کتا بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا مگر شاہ جی کی مؤمنانہ للکار نے سکندر حیات کے اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا۔

انہوں نے پنجاب کے غریب عوام کے ذہنوں میں انگریز سامراج کے خلاف بغاوت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔

مجھے اپنے ماضی پر فخر ہے، میں سر بلند کر کے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اِن باکردار، جرأت مند اور مخلص اکابر کی معیت میں جہادِ آزادی میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

شاہ جی کی جماعت مجلس احرار اسلام ہندوستان کے غریب اور متوسط طبقہ کے کارکنوں پر مشتمل تھی۔

اس کی روز افزوں ترقی سے انگریز اور اُس کے ٹوڈی خائف تھے عوام میں احرار کی جڑیں بہت مضبوط ہو گئیں تھی چنانچہ ایک سازش کے تحت ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کا مسئلہ کھڑا کیا گیا اور اس تحریک کا تمام ملبہ مجلس احرار پر گرادیا گیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر احرار پر شہید گنج کا ملبہ نہ گرایا جاتا تو پنجاب کی سب سے زیادہ مقبول ترین عوامی سیاسی جماعت مجلس احرار اسلام انتخابات میں بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوتی۔ مگر سر فضل حسین اور دوسرے ٹوڈیوں نے سازش کر کے احرار کو شکست دلوائی ورنہ احرار کی کامیابی کی صورت میں پنجاب میں پہلی مرتبہ متوسط اور غریب طبقہ کی حکومت قائم ہو جاتی اور یہاں جاگیرداروں سے ہمیشہ کیلئے نجات مل جاتی۔۔۔۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود شاہ جی نے انگریز اور اُس کے ٹوڈیوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔

اس سلسلہ میں شاہ جی کو بارہا جیل جانا پڑا۔ سالہا سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مگر ان کے پائے استقلال میں لحظہ بھر کے لئے بھی لغزش نہ آنے پائی۔ بلکہ جب بھی وہ جیل سے رہا ہوتے تو زیادہ شدت سے انگریز کی مخالفت کرنے لگتے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ شاہ جی نے پہلی مرتبہ قومی سیاست میں متوسط اور نچلے طبقہ کو مسلمانوں کی قیادت سے بہرہ ور کیا اس قیادت نے ایثار اور بے لوثی کی جو مثالیں قائم کیں وہ آج بھی ہماری مختلف تنظیموں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب شاہ جی نے پاکستان میں سکونت پذیر ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ اپنے بچوں سمیت انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں یہاں پہنچے۔ لیکن انہوں نے اپنی جائیداد کے عوض نہ کسی جائیداد کی خواہش کی اور نہ ہی ان کے فقر و استغنا نے جائیداد کا کلیم داخل کرنا گوارا کیا۔ انہیں امرتسر میں واقع اپنی جائیداد کے ضائع ہونے کا کوئی غم نہ تھا البتہ اس بات کا انہیں ہمیشہ صدمہ رہا کہ امرتسر میں فسادات کے دوران ان کی لائبریری ضائع ہو گئی۔ وہ اکثر اپنی کتب کو یاد کیا کرتے کیونکہ اہل علم کا حقیقی سرمایہ کتب ہی ہوا کرتی ہیں۔

وہ علم و ادب، فکر و دانش، سیاست و تدبر کی محفلوں کا چراغ تھے — **ماسٹر تاج الدین انصاریؒ**

وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے — **قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ**

ایک فقیر جس کے دل میں خوف خدا اور عشق رسول کے سوا کچھ نہ تھا — **حافظ علی بہادرؒ**

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک، ہو وہ شبنم — **مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ**

ان کا چلن زندگی کے سفر میں چراغِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے — **محمود علی قصوریؒ**